جناب تسلیم احمد ایم اے

عرب ممالک اور فتنۂ قادیانیت

تحریک قادیانیت کے ابتدائی خدوخال ہی سے اس کی سامراج نوازی اور ملت دشمنی عیاں تھی لیکن مرزا غلام احمد صاحب کی وفات تک کے واقعات نے صاف طور پر ثابت کر دیا کہ یہ تحریک برطانوی استعمار کے سامراجی اور نوآبادیاتی عزائم کی تکمیل میں سرگرم عمل ہے۔ مرزا صاحب کی متعدد تحریرات موجود ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ عرب ممالک میں برطانوی بالادستی کے لیے بے قرار تھے۔ آپ کو نہ تو عربوں کے سیاسی مفادات سے کوئی ہمدردی تھی اور نہ ہی ان کے حریت پسندانہ عزائم سے کوئی سروکار تھا بلکہ آپ بین الاقوامی سطح پر ایسی کاروائیاں کرتے دکھائی دیتے ہیں جن سے عرب اتحاد پارہ پارہ ہو اور مسلمان محکومیت کی آہنی زنجیروں میں جکڑے جائیں۔

اس قادیانی پالیسی کو حکیم نورالدین قادیانی اور ان کے بعد مرزا البشیرالدین محمود نے آگے بڑھایا۔ مرزا محمود صاحب نے اپنے والد کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ترکی خلافت کے خلاف زبردست پروپیگنڈا کیا۔ عربوں کی محکومیت اور سقوطِ بغداد پر جشن منایا اور برطانوی سامراج کی مدح و توصیف میں قصیدے گائے۔ تحریک خلافت میں ترکوں کے خلاف اور برطانوی سامراج کے حق میں جو مذموم پروپیگنڈا کیا گیا وہ تاریخ قادیانیت کا ایک سیاہ باب ہے۔ اس سے قادیانیوں کے سیاسی مقاصد کی پوری تصویر ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد قادیانیوں نے سامراج کے سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لیے نام نہاد مبلغ تیار کر کے عرب ممالک میں روانہ کرنے شروع کر دیے۔ ۱۹۲۱ء میں سرزمین حجاز پر

پہلا قادیانی مبلغ میر محمد سعید حیدرآبادی وارد ہوا۔ سفر پر روانگی سے قبل اس نے مرزا محمود سے ملاقات کی۔ قادیانی مبلغ نے ان سے کہا:۔

"عرب کی سرزمین اب تک احمدیت سے خالی ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ یہ کام مجھ سے کرائے۔"

مرزا محمود:۔

"میرا مدت سے یہ خیال ہے کہ اگر عرب میں احمدیت پھیل جائے تو اسلامی دنیا میں بہت جلد پھیل جائے گی۔"

قادیانی مبلغ نے پوچھا کہ:۔

"عرب ممالک میں تبلیغ کا کیا طریقہ ہونا چاہیئے؟"

تو مرزا محمود نے کہا کہ:۔

"ان سے بحث کا طریق مضر ہے کیونکہ وہ لوگ حکومت برطانیہ کے زیادہ زیر اثر نہیں، جلد اشتعال میں آجاتے ہیں اور جو جی چاہے کر گزرتے ہیں۔"

مرزا محمود نے بتایا کہ:۔

"انہوں نے جب حجاز میں تبلیغ کی تو وہ ایسی تھی کہ جس مکان میں وہ رہتے تھے اس کے چھوڑنے کے دوسرے دن اس پر حکومت نے چھاپہ مارا اور مالک مکان کو پکڑ لیا کہ اس قسم کا کوئی آدمی اس مکان میں رہتا تھا۔[1]

سعودی عرب کے علاوہ عراق میں بھی قادیانیوں کی سرگرمیاں جاری تھیں۔ ۱۹۱۷ء میں برطانیہ کا عراق پر قبضہ ہو گیا۔ "الفضل" لکھتا ہے:۔

"برطانیہ نے جو بصرہ کی طرف چڑھائی کی اور تمام اقوام سے لوگوں کو جمع کر کے اس طرف بھیجا۔ دراصل اس کے محرک خدا تعالیٰ کے وہ فرشتے تھے جن کو اس گورنمنٹ کی مدد کے لیے اس نے اپنے وقت پر اتارا تاکہ وہ لوگوں کے دلوں کو اس طرف

---

[1] الفضل قادیان، ۷، مارچ ۱۹۲۱ء

مائل کرکے ہر قسم کی مدد کے لیے تیار کریں ۔" [1]

مرزا محمود نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا۔

" عراق کے فتح کرنے میں احمدیوں نے خون بہائے اور میری تحریک پر سینکڑوں آدمی بھرتی ہو کر چلے گئے ۔" [2]

۱۹۲۴ء میں عراق میں نئے دستور کا مسودہ منظور کر لیا گیا اور پہلی پارلیمنٹ قائم ہوئی، جس کے بعد قادیانیت کی تبلیغ پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اس پابندی کو ہٹانے کے لیے قادیانیوں نے برطانوی سامراج سے مدد کی اپیل کی اور آخرکار یہ پابندی ہٹوالی ۔ مؤلف تاریخ احمدیت لکھتا ہے :۔

" عراق نے تبلیغ احمدیت کی ممانعت کر دی اور پرائیویٹ اجتماعات پر پابندی عائد کر دی۔ خلیفۃ المسیح ثانی نے سید زین العابدین کو روانہ کیا۔ جو ۱۹۲۶ء میں بغداد پہنچے ، امیر فیصل سے ملے اور آخری پابندی اٹھوانے میں کامیاب ہو گئے ۔"

مرزا محمود نے ایک خطبے میں قادیانیت کی تبلیغ پر پابندی اور وہاں سے قادیانیوں کے نکالے جانے کے واقعہ کو بیان کیا اور پابندی ہٹنے کے بارے میں کہا۔

" یہ کام اس قسم کا ہے کہ سیاسی طور پر اس کے کئی اثرات ہیں ۔" [3]

۱۹۳۵ء میں عراقیوں نے ایک قادیانی مبلغ شیخ احمد فرقانی کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

۱۹۲۰ء کے بعد شام کے حریت پسند فرانسیسی استعمار کے خلاف برسرپیکار تھے ۔ دروزی آزادی پسند سلطان پاشا کی سرکردگی میں جنگ آزادی لڑ رہے تھے ۔ جس وقت تحریک آزادی شباب پر تھی اور ایک انقلابی حکومت بھی قائم ہو چکی تھی ۔ اس وقت شام میں قادیانی مبلغ جلال الدین شمس پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ دسمبر ۱۹۲۷ء میں یہ واقعہ پیش آیا۔ ۱۹۲۸ء میں فرانس نے

---

[1] الفضل قادیان مورخہ ۷؍ دسمبر ۱۹۱۸ء

[2] " " " ۲۴؍ اگست ۱۹۲۳ء

[3] تاریخ احمدیت جلد پنجم ص ۴۹۸

تاج الدین الحسنی کو نئی کابینہ بنانے کی دعوت دی۔ ۹ر مارچ ۱۹۲۸ء کو شمس قادیانی کو شام سے نکل جانے کا حکم ملا۔ انہوں نے مرزا محمود کو تار دی اور قادیان سے حکم ملا کہ فلسطین کی بندرگاہ حیفا پہنچ جاؤ۔ مولوی اللہ دتہ جالندھری قادیانی لکھتے ہیں:۔

"۱۹۲۸ء کے شروع میں جناب شاہ صاحب (زین العابدین) واپس تشریف لا چکے تھے۔ جناب مولوی شمس صاحب پر خنجر سے حملہ ہوا اور وہ سخت زخمی ہوئے۔ محض اللہ کے فضل سے جانبر ہوئے۔ تب فرنچ گورنمنٹ نے عوام کے مشورے سے ڈر کر شمس صاحب کو دمشق چھوڑنے پر مجبور کیا" [1]

فلسطین کے علاوہ اور کوئی ایسی محفوظ جگہ نہ تھی جہاں قادیانی قدم جماتے۔ ۱۹۲۴ء میں انگلستان جاتے ہوئے مرزا محمود نے یہاں کے حالات کا خود مطالعہ کیا تھا اور وہاں اعلان فرمایا تھا:۔

"قرآن شریف کی پیش گوئیوں اور حضرت مسیح موعود کے بعض الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی ضرور اس ملک میں آباد ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے" [2]

آپ نے فلسطین کے ایکٹنگ ہائی کمشنر سر کلیٹن سے ملاقات کی اور خود انہیں پہلی ملاقات ہی میں قادیانی سلسلے سے گہری دلچسپی پیدا ہو گئی۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"گو ہم نے دوسرے دن روانہ ہونا تھا مگر انہوں نے اصرار کیا کہ ڈیڑھ بجے ہم ان کے ساتھ کھانا کھائیں۔ چنانچہ ڈیڑھ گھنٹہ تک دوسرے دن بھی ان کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی اور فلسطین کی حالت کے متعلق مجھے بہت سی معلومات ان سے حاصل ہوئیں" [3]

---

[1] تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۱۴۹

[2] الفضل قادیان: ۲۹ر فروری ۱۹۲۴ء

[3] تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۱۱۴

مولوی اللہ دتہ قادیانی لکھتا ہے کہ:۔

شمس قادیانی کے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہاں شاندار کامیابی عطا فرمائی۔ چنانچہ الٰہی نوشتوں کے مطابق کرمل پہاڑ پر احمدیہ جماعت قائم ہوگئی۔ [1]

قادیانیوں کے خلاف عرب حریت پسندوں کے دلوں میں شدید غم و غصہ پایا جاتا تھا کبابیر میں عبدالقادر صالح اور محمد المغربی الطرابلسی مرتد ہو چکے تھے۔ ان کی سرگرمیوں اور قادیانیت کے خفیہ عزائم کا پردہ چاک کرنے میں فلسطین کی المجلس الاسلامی الاعلیٰ اور جمعیت الشبان المسلمین نے نمایاں کردار ادا کیا۔

ستمبر ۱۹۳۱ء سے فروری ۱۹۳۶ء تک مولوی اللہ دتہ فلسطین میں مبلغ تھے۔ ۱۹۳۲ء میں رسالہ البشریٰ جاری کیا گیا۔ اور عربی، انگریزی اور عبرانی میں مواد طبع کر کے عرب ممالک میں روانہ کیا گیا۔ مولوی موصوف لکھتے ہیں:۔

فلسطین کی جماعت نہایت مخلص جماعت ہے۔ وہ ہزار ہا روپیہ سالانہ چندہ دے رہے ہیں۔ متعدد اصحاب نے اپنی آمدیں ۱/۵ اور ۱/۳ کی وصیت کر دی ہے بعض دوستوں نے اپنے بچوں کو وقف کیا ہے تاکہ وہ قادیان آکر دین کی تعلیم حاصل کریں۔ [2]

مولوی اللہ دتہ کے بعد مولوی سلیم اور چوہدری محمد شریف تبلیغ کی آڑ میں سیاسی کاروائیاں کرتے رہے۔

مصر میں بھی قادیانیوں نے تبلیغ کے نام پر گل کھلائے۔ مرزا غلام احمد کے زمانہ میں ہی ایک مرزائی غلام نبی مصر گیا۔ [3] حکیم نورالدین کے عہد میں سید زین العابدین اور موجودہ لاہوری مرزائی شیخ عبدالرحمان مصری، مصر میں قادیانیت کی تبلیغ کرتے رہے۔ ۱۹۲۲ء

---

[1] الفضل قادیان ۲۹ فروری ۱۹۴۴ء

[2] ایضاً

[3] تاریخ احمدیت جلد دوم ص۱۱۱

میں شیخ محمود احمد عرفانی نے بطور مبلغ کام کیا۔ مصر میں اور اسلامی ممالک کی طرح قادیانیوں کو اپنے مذموم عقائد پھیلانے اور ارتداد کی تبلیغ کرنے میں بہت سی دشواریاں پیش آئیں اور ان کے مبلغوں پر قاتلانہ حملے ہوئے اور انہیں ملک چھوڑنے کا حکم ملا۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد قادیانیوں نے عرب ممالک میں اپنی ریشہ دوانیاں تیز کر دی تھیں۔ جن علاقوں میں سامراجی طاقتوں کا اثر و غلبہ تھا۔ وہاں انہیں قدم جمانے اور ارتداد پھیلانے کے مواقع میسر آتے رہے لیکن رفتہ رفتہ عربوں نے اس فتنہ سے آگاہی حاصل کر لی اور دستوری حکومتوں کے قائم ہوتے ہی ان کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی جاتی رہی۔ ۱۹۴۸ء میں قادیانیوں کو اسرائیل میں جماعتیں قائم کرنے اور پھلنے پھولنے کا موقع مل گیا۔ ہزار ہا روپیہ چندہ وصول ہونے لگا اور مخصوص قسم کا لٹریچر تیار کر کے ان عرب ممالک میں روانہ کیا جانے لگا جہاں قادیانی اعلانیہ طور پر تبلیغ نہ کر سکتے تھے۔ اس وقت بھی مغربی ایشیا میں اسرائیل ہی ایک ایسا علاقہ ہے جہاں قادیانی خوب ترقی کر رہے ہیں اور وہ یہودی جنہوں نے خدا کے سچے مسیح کو نہ مانا محض وجہ کی بنا پر قادیان کے خانہ زاد مسیح کو خلعت کر خلافت کی برکات کے خزانے لوٹ رہے ہیں۔ عربوں کو بنفسی مدعی نبوت کے عقائد اور قادیانیت کے دینی اور سیاسی کردار سے واقفیت کروانا انتہائی ضروری ہے۔

اس سلسلے میں علامہ احسان الٰہی ظہیر کے لائق اور پر مغز عربی مقالات اور ان کی معرکہ آراء عربی کتاب "القادیانیہ دراسات و تحلیل" نے تحریک قادیانیت کو بے نقاب کرنے میں گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔ عربوں کو اس فتنہ آخر الزمان سے پوری شناسائی کرانے کے لیے عربی اور انگریزی میں وسیع لٹریچر کی شدید ضرورت ہے۔

حال ہی میں علامہ ظہیر صاحب کی عربی کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی چھپ کر بازار میں آچکا ہے اور اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ ضرورت ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ تعداد میں شائع کیا جائے اور پھیلایا جائے۔